



Year 2024; Vol 03 (Issue 01)
PP. 01-17 <https://journals.gscwu.edu.pk/>

ڈاکٹر شاہد حسین

لیکچرار، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، رحیم یار خان کیمپس

ڈاکٹر صنم شاکر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، رحیم یار خان کیمپس

Dr. Shahid Hussain

Lecturer, Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus

Dr. Sanam Shakir

Assistant Professor, Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus

معاصر فلسفیانہ مباحث میں شوپنہار اور نطشے کے نظریات کا موازنہ نیز وجودیت اور مابعد جدیدیت پر

ان کے اثرات

A comparison of Schopenhauer's and Nietzsche's ideas in contemporary philosophical debates and their impact on existentialism and postmodernism

Abstract:

This paper is a comparative study of the philosophical ideas of Schopenhauer and Nietzsche in the context of contemporary philosophical debates, and their impact on existentialism and postmodernism. The paper examines the similarities and differences between Schopenhauer and Nietzsche's views on reality, the human condition, and morality, and how they relate to contemporary philosophical debates. It also explores the historical and cultural context that influenced their ideas, and how their contributions have been received by scholars in the field.

The findings of the paper highlight the significant influence of Schopenhauer and Nietzsche on contemporary philosophical debates, particularly in the areas of existentialism and postmodernism. Overall, the paper provides insights into the enduring relevance of these thinkers and their contributions to contemporary philosophical discourse.

Keywords: Schopenhauer, Nietzsche, existentialism, postmodernism, philosophy, truth, reality, morality, will, cultural context, historical context.

آرتھر شوپنہار اور فریڈرک نطشے مغربی فلسفے کے دو مشہور اور بااثر مفکرین گزرے ہیں۔ ان کے خیالات نے عصری فلسفیانہ مباحث، خاص طور پر وجودیت اور مابعد جدیدیت کے شعبوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ شوپنہار اور نطشے کے کام، جو معاصر فلسفیانہ فکر میں مطابقت رکھتے ہیں، جن میں انسانی فطرت، اخلاقیات، اور حقیقت کی نوعیت کے بارے میں ان کے نظریات شامل ہیں، محققین اور ناقدین کے درمیان ایک وسیع بحث کا موضوع بن چکے ہیں۔

آرتھر شوپنہار انیسویں صدی کے ایک مشہور جرمن فلسفی ہیں جو مغربی فکر میں ایک پراسرار شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انسانی وجود کی نوعیت، اخلاقیات، اور خوشی کے انتھک جستجو کے بارے میں اپنی گہری بصیرت کے لیے مشہور، شوپنہار کا فلسفیانہ شعور اسکا لرز اور مفکرین کو یکساں طور پر مسحور کرتا ہے۔ آپ کا کام، مشرقی فلسفہ، خاص طور پر بدھ مت سے گہرا متاثر ہے۔ آپ نے اپنے وقت کے مروجہ فلسفیانہ دھاروں کو چیلنج کرتے ہوئے انسانی حالت پر ایک مخصوص نقطہ نظر پیش کیا۔

اسی طرح انیسویں صدی کے فلسفے کے دائرے میں ایک بلند پایہ اور متنازعہ شخصیت فریڈرک نطشے ہے، جس نے روایتی حدود کو توڑ کر اپنے عہد کے فکری منظر نامے کو نئی شکل دی۔ ان کی تخلیقات نے روایتی اخلاقیات، خدا کی موت کے تصور اور ابدی تکرار کے بارے میں ادب اور فنون پر انٹ تنقیدی نقوش چھوڑے ہیں۔ نطشے کے بنیاد پرست نظریات، جن کا اظہار فصیح نثر کے ذریعے ہوا، نئے مروجہ اصولوں کو چیلنج کیا اور علما کے درمیان جذباتی مباحث کو بھڑکانا جاری رکھا، جس کی بدولت وہ وجودیت، عصبيت، اور مابعد جدید فکر میں مرکزی شخصیت بن گئے۔ ندیم احمد قادری نطشے اور شوپنہار کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بنیادی طور پر نطشے ایک فلسفی تھا۔ اس کے فلسفے میں کانٹ کی علمی غیر ممکنات اور شوپنہار کے 'عزم' کا عکس دیکھنے کو ملتا ہے لیکن نطشے کے 'عزم' میں ترک کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں ملتا بلکہ نطشے کا 'عزم' "

داخلیت سے ہے اور اس کی نگاہ میں عزم طاقت حاصل کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ نطشے کا 'عزم از زندگی گزارنے کے لیے نہیں بلکہ حکومت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔' ¹

دونوں فلسفیوں کو روایتی فلسفے کے نقاد کے طور پر دیکھا گیا ہے جنہوں نے سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی تصورات کو چیلنج کرنے کے ساتھ فلسفیانہ فکر کے نئے در واکے ہیں۔ اس مقالے کا مقصد شوپنہار اور نطشے کے نظریات کا تقابلی مطالعہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فلسفیانہ نظریات اور عصری فلسفیانہ مباحث پر ان کے اثرات کا جائزہ لینا ہے۔ یہ مقالہ حقیقت کی نوعیت، انسانی حالت، اخلاقیات، اور خواہش کا تصور ایسے موضوعات پر ان کے خیالات کا تجزیہ کرے گا۔ مزید برآں، یہ مقالہ دریافت کرے گا کہ وجودیت اور مابعد جدیدیت جو کہ بیسویں صدی کی دو اہم ترین فلسفیانہ تحریکوں میں سے ہیں، ان کے نظریات نے ان تحریکوں کو کیسے متاثر کیا ہے

شوپنہار اور نطشے کا مطالعہ فلسفیانہ تحقیق کا ایک اہم موضوع رہا ہے، اور بہت سے محققین نے ان کے کاموں کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ تاہم، اس مقالے کا مقصد عصری فلسفیانہ مباحث پر ان کے اثرات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے ان کے نظریات کے تقابل پر ایک نیا نقطہ نظر فراہم کرنا ہے۔ مزید اس مقالے کا مقصد عصری فلسفیانہ مباحث میں ان کے نظریات کی مطابقت اور اثر کے بارے میں ایک جامع تفہیم فراہم کرنا ہے۔

ادبی جائزہ کے تحت دیکھیں تو شوپنہار اور نطشے انیسویں صدی کے دو بااثر جرمن فلسفی تھے جنہوں نے مابعد الطبیعیات، اخلاقیات اور جمالیات کے شعبوں میں اپنے نظریات کا لوہا منوایا۔ تاہم مشترکہ ثقافتی اور فکری پس منظر کے باوجود، ان کے فلسفیانہ نظریات نمایاں طور پر مختلف تھے، شوپنہار نے خواہش کے تصور پر مرکوز ایک مایوسی کے عالمی نظریے کی حمایت کی، اور نطشے نے اقتدار کی خواہش کے تصور پر مبنی ایک بھرپور زندگی کی تصدیق کرنے والے فلسفے کو فروغ دیا۔

وجودیت ایک فلسفیانہ تحریک ہے جو 20 ویں صدی میں، بنیادی طور پر یورپ میں ابھری، اور اس کی خصوصیت انفرادی وجود، آزادی اور انتخاب پر مرکوز ہے۔ یہ اس وقت کے سماجی اور فکری اتھل پتھل کے جواب میں تیار ہوا، جس میں دوسری جنگ عظیم کے بعد اور روایتی فلسفیانہ اور مذہبی نظاموں سے مایوسی بھی شامل ہے۔ شیم حنفی کے مطابق:

"وجودیت پرانے نظام ہائے فلسفہ کی طرح کوئی مستقل اور جامع نظام حیات نہیں بلکہ صرف ایک رویہ اور ایک طرز احساس فکر ہے۔" ²

وجودیت کا دعویٰ ہے کہ افراد بنیادی طور پر آزاد اور ذمہ دار ہیں کہ وہ بیرونی حالات یا معاشرتی اصولوں سے قطع نظر زندگی میں اپنے معنی اور مقصد کی وضاحت کریں۔ وجودیت پسند مفکرین، جیسا کہ ژاں پال سارتر، البرٹ کاموس، اور فریڈرک نیٹشے، وجودی خوف، صداقت، اور انسانی وجود کی مضحکہ خیزی جیسے موضوعات کو دریافت کرتے ہیں۔ وجودیت پسندی ذاتی پسند کی اہمیت اور انسانی آزادی اور کائنات میں موروثی معنی کی فطری کمی کے درمیان موروثی تناؤ پر زور دیتی ہے۔ وجودیت پسند فلسفہ اکثر اس اضطراب اور غیر یقینی صورتحال کا جائزہ لیتا ہے جو اس وجودی پریشانی سے پیدا ہوتی اور افراد کو اس کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ شمیم حنفی لکھتے ہیں کہ:

"وجودیت ایک ناوابستگی کا فلسفہ ہے۔ ناوابستگی سے مراد ایک ایسے فلسفے سے ہے جس میں کوئی نظام

نہیں اور یہی وجہ ہے کہ وجودیت میں مختلف الرائے مفکرین جمع ہو گئے ہیں۔"³

مابعد جدیدیت ایک ثقافتی اور فکری تحریک ہے جو بیسویں صدی کے وسط میں، بنیادی طور پر مغربی دنیا میں، جدیدیت کے اصولوں اور اقدار کے رد عمل کے طور پر ابھری۔ اس میں آرٹ، ادب، فن تعمیر، فلسفہ، اور ثقافتی نظریہ سمیت مختلف شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں کہ:

"مابعد جدیدیت نظریہ نہیں، نظریوں کا رد ہے۔ دوسرے لفظوں میں آزاد تخلیقیت، جس پر نئی

پیڑھی زور دیتی ہے، اس کا دوسرا نام مابعد جدیدیت ہے۔ اس اعتبار سے مابعد جدیدیت کی راہ ترقی

پسندی اور جدیدیت دونوں سے الگ ہے کہ مابعد جدیدیت کسی سکھ بند نظریے کو نہیں مانتی لیکن

آزادانہ آئیڈیولوجی کے تخلیقی تفاعل کی منکر بھی نہیں۔ ترقی پسندی اور جدیدیت کے بعد کے (یعنی

مابعد جدید) ادب کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ اس میں سماجی سروکار اکہرا اور سطحی نہیں ہے

کیونکہ وہ کسی پارٹی مینی فیسٹو کا محتاج نہیں بلکہ فنکار کی تخلیقی بصیرت کا پروردہ ہے۔"⁴

سیاق و سباق کے مطابق، مابعد جدیدیت دوسری جنگ عظیم کے بعد اور تیز رفتار سماجی، سیاسی اور تکنیکی تبدیلی کے دور میں تیار ہوئی۔ اس نے ان عظیم داستانوں اور قطعی سچائیوں پر سوال اٹھاتے ہوئے انھیں چیلنج کیا جو جدیدیت پسند سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ مابعد جدیدیت نے غالب، آفاقی سچائیوں یا بیانیے کے تصور کو مسترد کیا ہے جو انسانی تجربے کی مکمل وضاحت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مابعد جدیدیت اتھارٹی، اداروں اور روایتی درجہ بندی پر سوال کرتی ہے۔ یہ اس خیال کو چیلنج کرتی ہے کہ کچھ گروہ یا افراد علم اور طاقت کا واحد دعویٰ رکھتے ہیں۔ مابعد جدیدیت مختلف مضامین اور اثرات کے امتزاج کی حوصلہ افزائی

کرتی ہے۔ مجموعی طور پر، مابعد جدیدیت ایک واحد، معروضی حقیقت کے خیال کو چیلنج کرتی ہے اور دنیا کے بارے میں زیادہ تکثیری، بکھرے ہوئے، اور کھلے خیالات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مابعد جدیدیت نے فن، ادب، فلسفہ، فن تعمیر اور ثقافتی علوم پر گہرا اثر ڈالا ہے، جس سے ہم عصری دور میں علم، شناخت اور معاشرے کے بارے میں سوچنے کے انداز کو تشکیل دیتے ہیں۔

شوپنہار کا فلسفہ انسانی حالت کے بارے میں ایک گہری مایوسی کی خصوصیات سے مزین ہے، جسے اس نے خواہش کی بنیادی نوعیت سے منسوب کیا۔ شوپنہار کے مطابق، خواہش ایک غیر معقول قوت ہے جو تمام انسانی عمل کو آگے بڑھاتی ہے، اور یہ بالآخر ان مصائب اور مصائب کے لیے ذمہ دار ہے جو انسانی وجود کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ قدرت کاملہ کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"اس کے خیال میں جس قدرت کاملہ نے ہستی کا اتنا مہتمم بالشان مایا جال پھیلا رکھا ہے۔ وہ ایک اندھی قوت ہے۔ جو سرتاسر حس یا ارادہ ہے۔ اس میں کہیں سے استدلال عقلی کی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کرتی ہے اپنے ایک وقتی ابھار سے۔ مغلوب ہو کر کرتی ہے۔ نظام کائنات میں کوئی معقول ترتیب نہیں ہے۔ زندگی دراصل قدرت کا ایک اندھیر ہے اس لیے ہم کو اس سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے"⁵

شوپنہار کے نظریات وجودیت کی نشوونما میں خاص طور پر ژاں پال سارتر اور مارٹن ہائیڈیگر کے کام پر اثر انداز رہے ہیں، ان دونوں نے "انسانی آزادی" اور "ذمہ داری" کے اپنے نظریات کو تیار کرنے کے لیے شوپنہار کے خواہش کے تصور کو مد نظر رکھا ہے۔ دوسری طرف، نطشے نے شوپنہار کی مایوسی کو مسترد کر دیا اور ایک بھرپور زندگی کی تصدیق کرنے والا فلسفہ تیار کرنے کی کوشش کی جس نے طاقت کی خواہش کا جشن منایا۔ نطشے کے مطابق طاقت کی خواہش تمام زندگی کا بنیادی محرک ہے، اور اس وصیت کے اثبات کے ذریعے ہی افراد اپنے وجود کی حدود اور رکاوٹوں پر قابو پاسکتے ہیں۔

"اس کے نزدیک وہ تمام چیزیں اچھی اور وہ تمام افعال نیک ہیں جو ہماری قوت کو مستحکم کریں۔۔۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں بری اور بہت تمام افعال بعد ہے جو کمزوری حسد اور انتقام سے پیدا ہوں۔ اشیاء کی قدر و قیمت کا معیار اخلاقی حیثیت سے یہ ہے کہ آیا وہ حیات انسانی کو آگے بڑھاتی ہیں یا پیچھے ہٹاتی ہیں"⁶

نطشے کے نظریات کا مابعد جدیدیت پر خاصا اثر پڑا ہے، خاص طور پر مابعد جدید کے فلسفیوں جیسے مشل فوکو اور جیکس ڈیریدا کے کام میں، جنہوں نے زبان اور علم کے اپنے نظریات کو تیار کرنے کے لیے طاقت اور سچائی کے نطشے کے تصورات کو سامنے رکھا۔ اپنے اختلافات کے باوجود، شوپنہار اور نطشے عصری فلسفیانہ مباحث، خاص طور پر وجودیت اور مابعد جدیدیت کے شعبوں میں با اثر شخصیت بن کے ابھرے ہیں۔

"Schopenhauer and Nietzsche stand out as two of the most influential thinkers of the nineteenth century, and their ideas have played a significant role in shaping contemporary philosophical debates, particularly in the areas of existentialism and postmodernism" ⁷

متعدد حالیہ مطالعات نے اپنی تحقیق میں ان کے درمیان مماثلت اور فرق کو تلاش کرنے اور معاصر فلسفیانہ گفتگو پر ان کے اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر، اپنی کتاب "Schopenhauer and Nietzsche" (2010) میں، جو لین ینگ نے دونوں فلسفیوں کا مفصل موازنہ پیش کیا ہے، جس میں مابعد الطبیعیات، اخلاقیات اور جمالیات پر ان کے متعلقہ نظریات کے ساتھ ساتھ بعد کے مفکرین جیسے کہ ہائیڈیگر اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح فوکولٹ، اپنے مضمون "Schopenhauer and Nietzsche: Aesthetic Theory in a Comparative Context" (2016) میں اور، Mary Troxell نے شوپنہار اور نطشے کے جمالیات کے بارے میں خیالات کا موازنہ کیا، اور انسانی تجربے کو تبدیل کرنے کے لیے آرٹ کی طاقت پر ان کی مشترکہ کاوشوں کو اجاگر کیا

"The comparative study of Schopenhauer and Nietzsche is crucial for understanding the development of modern Western philosophy, as well as the impact of their ideas on contemporary debates about the nature of reality, morality, and the human condition" ⁸

مجموعی طور پر، شوپنہار اور نطشے کا ادب ایک بھرپور اور پیچیدہ کام ہے جو عصری وجودیت اور مابعد جدیدیت کی فلسفیانہ بنیادوں کے بارے میں بصیرت فراہم کرتا ہے۔ ان کے متعلقہ نظریات کے درمیان مماثلت اور اختلافات کا جائزہ لے کر، اور

بعد میں آنے والے فلسفیانہ فکر پر ان کے اثرات کا جائزہ لے کر، اس تحقیقی مقالے کا مقصد اس جاری گفتگو میں حصہ ڈالنا، اور عصری فلسفیانہ بحثوں میں شوپنہار اور نطشے کے کردار کے بارے میں باریک بینی سے سمجھنا ہے۔

شوپنہار اور نطشے کے فلسفیانہ نظریات کے درمیان بنیادی فرق مماثلت کو سمجھنے اور معاصر فلسفیانہ مباحث پر ان کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لینے کے لیے ہمیں ان چند تحقیقی سوالات کا جواب تلاش کرنا ہو گا تاکہ ابہام نہ رہے:

1. شوپنہار اور نطشے کے فلسفیانہ نظریات کے درمیان بنیادی فرق اور مماثلت کیا ہیں اور وہ معاصر فلسفیانہ مباحث سے کیسے موازنہ کرتے ہیں؟
2. شوپنہار اور نطشے نے سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی فلسفیانہ تصورات کو کیسے چیلنج کیا، اور ان کے نظریات نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی ترقی پر کیا اثر ڈالا؟
3. حقیقت کی نوعیت، انسانی حالت اور خواہش کے تصور کے بارے میں شوپنہار اور نطشے کے نظریات نے عصری فلسفیانہ بحثوں کو کس حد تک متاثر کیا اور ان کے نظریات کو اس شعبے میں اسکالرز نے کس حد تک قبول کیا؟
4. شوپنہار اور نطشے کے نظریات نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی ترقی میں کن طریقوں سے حصہ لیا اور ان کے نظریات کو ان فلسفیانہ تحریکوں میں کس طرح شامل یا چیلنج کیا گیا؟
5. حقیقت کی نوعیت، انسانی حالت اور اخلاقیات پر شوپنہار اور نطشے کے نظریات اپنے ثقافتی اور تاریخی تناظر کی عکاسی کیسے کرتے ہیں اور ان کا عصری فلسفیانہ مباحث سے کیا تعلق ہے؟

شوپنہار اور نطشے مغربی فلسفے کے دو سب سے زیادہ بااثر اور متنازعہ مفکرین ہیں، اور ان کے خیالات معاصر فلسفیانہ حلقوں میں بحث و مباحثے کو تحریک دیتے رہتے ہیں۔ دونوں فلسفی مابعد الطبیعیات، علمیات، اخلاقیات اور جمالیات کے سوالات میں دلچسپی رکھتے تھے اور انہوں نے مغربی فلسفے کے بہت سے روایتی مفروضوں اور اقدار کو چیلنج کیا۔

"Schopenhauer and Nietzsche are widely regarded as two of the most important and influential philosophers of the 19th century, and their ideas continue to be debated and discussed today. While both thinkers share a deep skepticism towards traditional metaphysics and epistemology, they differ significantly

in their views on human nature, the role of the will,
and the possibility of overcoming nihilism."⁹

شوہنہار اور نطشے کے درمیان ایک اہم فرق ان کی خواہش کا تصور ہے۔ شوہنہار کا خیال تھا کہ تمام انسانی اعمال کے پیچھے خواہش بنیادی قوت ہے اور یہ تمام انسانی مصائب کا منبع ہے۔ اس نے خواہش کو ایک اندھی اور غیر معقول قوت کے طور پر دیکھا جو ہمیں اپنی خواہشات اور جذبوں کی پیروی کرنے پر مجبور کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ ہماری اپنی تباہی کا باعث بنیں۔ دوسری طرف، نطشے نے خواہش کو ایک تخلیقی اور زندگی کی توثیق کرنے والی قوت کے طور پر دیکھا ہے جنہوں کو رکھ پوری کہتے ہیں کہ:

"نطشے نے شوہنہار کے اس بنیادی خیال کو تسلیم کر لیا۔ کہ کائنات کی اصل "مشیت" ہے۔ البتہ وہ نہیں مانتا کہ یہ مشیت کوئی اندھی یا شیریر قوت ہے۔ نطشے ہم کو شوہنہار کے برعکس یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمارے اندر زندگی کی جو خواہش ہے اس کو فنا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو اور بڑھانا چاہیے"¹⁰

اس کے مطابق یہی قوت ہمیں اپنی حدود پر قابو پانے اور اپنی اعلیٰ ترین خواہشات کو آگے بڑھانے پر مجبور کرتی ہے۔ اس کا ماننا تھا کہ طاقت کی خواہش وہ بنیادی ڈرائیو ہے جو تمام انسانی سرگرمیوں کو زیر کرتی ہے اور یہ ہماری تخلیقی صلاحیتوں، زندہ دلی اور خود سے بالاتر ہونے کا ذریعہ ہے۔

شوہنہار اور نطشے کے درمیان ایک اور فرق اخلاقیات کے بارے میں ان کا رویہ ہے۔ شوہنہار کا خیال تھا کہ اخلاقیات خود انکار کی ایک شکل ہے جو فرد کے لیے اپنی خواہش پر قابو پانے اور اندرونی سکون اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ اعلیٰ ترین اخلاقی مقصد اپنی انفرادی خواہشات کو ترک کرنا اور سنت یا تقلید پرستی اور غور و فکر کی زندگی کو اپنانا ہے۔ دوسری طرف نطشے نے اخلاقیات کو جبر کی ایک شکل کے طور پر دیکھا جو ہماری فطری جبلتوں اور تخلیقی توانائیوں کو دباتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اعلیٰ ترین اخلاقی مقصد زندگی کی تصدیق کرنا اور اپنی انفرادیت اور تخلیقی صلاحیتوں کو اپنانا ہے۔ اس کا کہنا ہے:

"انسان در اصل خوشی کی جستجو کرتا ہے نہ غم سے احتراز، خوشی غم کوئی ایسی شے نہیں ہے جو پہلے سے موجود ہو۔ خوشی غم کے جذبات در حقیقت صرف نتائج اور بعد کو طاری ہونے والی کیفیات ہیں،

انسان بلکہ ہر جاندار شے ترقی کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس کوشش میں اسے حظ و کرب اور خوشی و غم دونوں سے واسطہ پڑتا ہے، کام کرنے میں جو رکاوٹ ہوتی ہے اسی کو کرب مصیبت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ رکاوٹ ہر کام کے لئے لازمی ہے پس انسان غم و مصیبت سے گریز نہیں کرتا بلکہ اور اسکی تلاش کرتا ہے، ہر کامیابی اور ہر خوشی بلکہ ہر فعل انسانی کا ازالہ لازمی اور لابدی ہے¹¹

ان اختلافات کے باوجود، شوپنہار اور نطشے اپنے فلسفیانہ نظریات میں بہت سی مماثلت رکھتے ہیں۔ دونوں فلسفی امانوئل کانٹ کے نظریات سے بہت متاثر تھے، اور انہوں نے روایتی مابعد الطبیعات اور علمیات پر اپنے اپنے تنقیدی نظریات پیش کیے۔ ان دونوں نے انسانی تجربے سے ماوراء حقیقت کے تصور کو مسترد کر دیا اور موضوعی تجربے اور ادراک کی اہمیت پر زور دیا۔ دونوں نے انفرادی آزادی اور خود اظہار ذات کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ انہوں نے اپنے وقت کی بہت سی روایتی اقدار اور اصولوں کو چیلنج کیا۔

"Both Schopenhauer and Nietzsche remain of great interest to contemporary philosophers, especially those interested in questions about the nature of the self, the relationship between ethics and metaphysics, and the possibility of overcoming nihilism. While their ideas diverge in many ways, they both challenge traditional Western conceptions of the self and the world, and offer provocative and challenging insights into the nature of human existence."¹²

جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں بھی ذکر ہوا، شوپنہار اور نطشے دونوں نے سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی فلسفیانہ تصورات جو صدیوں سے مغربی فکر پر حاوی تھے ان پر گہری چوٹ کی۔ ان دونوں نے معروضی سچائی کے خیال کو مسترد کر دیا اور اس کے بجائے انسانی تجربے کی موضوعی نوعیت پر زور دیا۔ انہوں نے دنیا کی متحرک، مسلسل بدلتی ہوئی فطرت پر زور دینے کے بجائے، ایک مستحکم، غیر متغیر ہستی کے طور پر حقیقت کے روایتی نظریے کو بھی چیلنج کیا۔

اخلاقیات کے لحاظ سے، شوپنہار اور نطشے دونوں نے اخلاقیات کے روایتی تصور کو معروضی اصولوں یا اصولوں کے مجموعہ کے طور پر مسترد کر دیا جو عالمی سطح پر لاگو ہوتے ہیں۔ شوپنہار نے استدلال کیا کہ اخلاقیات کی بنیاد تمام جانداروں کے لیے

ہمدردی اور رحم پر ہونی چاہیے، جبکہ نطشے نے روایتی اخلاقیات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا کہ یہ طاقتور کو دبانے کے لیے کمزوروں کا آلہ ہے۔

"رحم ان حیات و جذبات کی مخالفت کرتا ہے جو انسان کی رفعت خیالی کا باعث ہوتے ہیں۔ رحم انسان کے حوصلوں کو پست کرتا ہے، جب آدمی رحم کرتا ہے تو اس کا زور گھٹ جاتا ہے۔ رحم نشو و نما اور ترقی کے قانون انتخاب کو توڑ دیتا ہے، رحم ان اشیاء کی پشت پناہی کرتا ہے جو موت کے لیے بالکل تیار بیٹھی ہیں، رحم ان لوگوں کے لیے جھگڑا مول لیتا ہے جو محروم الارث اور مورد عتاب ہیں۔ رحم موجودہ آفات و مصائب کو باقی رکھتا ہو بلکہ ان میں اور اضافہ کرتا ہے"¹³

شوپنہار کے نظریہ کے مطابق سچائی ضروری نہیں کہ اکثریت کی رائے سے ہم آہنگ ہو۔ اسی طرح روایتی اخلاقیات کو نطشے نے اپنی کتاب "Beyond Good and Evil" یوں بیان کیا ہے:

"Gradually it has become clear to me what every great philosophy up till now has consisted of—namely, the confession of its originator, and a species of involuntary and unconscious autobiography."¹⁴

یہاں، نطشے تجویز کرتا ہے کہ اخلاقیات اور اخلاقیات کے بارے میں روایتی فلسفیانہ نظریات دراصل ان فلسفیوں کے ذاتی تجربات اور تعصبات میں جڑے ہوئے ہیں جنہوں نے انہیں تخلیق کیا۔ وہ معروضی اخلاقی سچائیوں کے تصور کو چیلنج کرتا ہے اور دنیا کے بارے میں ہماری سوچ کو تشکیل دینے میں ذاتی نقطہ نظر کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں دیکھیں تو ان نظریات نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی ترقی پر گہرا اثر ڈالا۔ وجودیت، جو 20 ویں صدی میں ابھری، جس نے انسانی تجربے کی موضوعی نوعیت، انفرادی آزادی اور انتخاب کی اہمیت پر زور دیا۔ یہ کئی طریقوں سے معروضی سچائی اور عالمی اخلاقیات پر روایتی فلسفیانہ زور کا براہ راست رد عمل تھا۔ پوسٹ ماڈرن ازم، جو بعد میں 20 ویں صدی میں ابھری، یہ دلیل دیتے ہوئے اس تنقید کو اور بھی آگے لے گئی کہ کسی معروضی سچائی یا حقیقت کا وجود نہیں ہے اور یہ کہ تمام علم موضوعی اور ثقافتی طور پر تعمیر کیے گئے ہیں۔ اسی معروضی سچائی اور حقیقت کے اس انکار کا پتہ شوپنہار اور نطشے کے نظریات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، جو ان روایتی تصورات کو چیلنج کرنے والے پہلے فلسفیوں میں شامل تھے۔ لہذا، ہم کہ

سکتے ہیں کہ شوپنہار اور نطشے کے، سچ، حقیقت، اور اخلاقیات کے روایتی تصورات کے رد نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی ترقی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ان کے نظریات پر آج بھی بحث و مباحثہ جاری ہے اور ان کا اثر بہت سے اور معاصر فلسفیانہ مباحث میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

"Schopenhauer's and Nietzsche's metaphysical systems are characterized by their rejection of the Aristotelian conception of reality as ordered and hierarchical, and their adoption of a more chaotic and fluid model of existence. [...] Nietzsche saw the world as a constantly evolving and changing flux of becoming, in which there is no objective or stable reality."¹⁵

اگرچہ شوپنہار اور نطشے دونوں عصری فلسفے میں بڑے پیمانے پر اثر و رسوخ رکھتے ہیں، لیکن ان کے خیالات تنازعات کے بغیر نہیں رہے۔ ناقدین نے روایتی فلسفیانہ تصورات کے ان کے رد کو چیلنج کیا ہے اور ان کے مابعد الطبیعیاتی فریم ورک کی ہم آہنگی پر سوال اٹھایا ہے۔ اس کے باوجود، ان کے نظریات پر بڑے پیمانے پر بحث ہوتی رہتی ہے اور انہوں نے معاصر فلسفیانہ فکر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

"Both Schopenhauer and Nietzsche provide philosophical accounts of the nature of the will that are distinct from the traditional conception of it as a rational faculty. [...] Their accounts of the will have been influential not only in philosophy, but also in psychology, literature, and art."¹⁶

چوتھے سوال پر غور کریں تو جیسا کہ ذکر ہوا کہ شوپنہار اور نطشے کے نظریات نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی نشوونما پر نمایاں اثر ڈالا ہے، ان دونوں کی بنیادی خصوصیات ہی سچائی، وجوہ اور معروضی حقیقت کے روایتی تصورات کو مسترد کرنا ہیں۔ لہذا حقیقت کی نوعیت، انسانی حالت اور خواہش کے تصور کے بارے میں ان کے نظریات کو ان فلسفیانہ تحریکوں میں مختلف طریقوں سے شامل کیا گیا اور چیلنج کیا گیا۔ شوپنہار کا خواہش کا تصور، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ بنیادی قوت ہے جو تمام انسانی رویوں کو چلاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

"زندگی ایک عذاب ہے جس کو "مشیت" نے بلا کسی وجہ کے انسان اور دوسری مخلوقات پر نازل کیا ہے۔ دنیا ایک "خراب آباد" یا زندوں کی دوزخ ہے ہم جدھر نظر اٹھاتے ہیں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ہر چیز اپنی اپنی غرض پورا کرنے کی فکر میں لگی ہوئی ہے اور ہاتھ پاؤں پھینک رہی ہے انسان اس لحاظ سے دوسری مخلوقات پر فوقیت نہیں رکھتا اور اس کو کسی طرح اشرف المخلوقات نہیں کہا جاسکتا۔ انسان بھی اپنے نفس کا غلام ہے۔ اس کے اندر بھی طرح طرح کی اندھی خواہشیں ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں جن کو نت نئے بہانے نکال کر آسودہ کرنا اس کی فطرت کا تقاضہ ہے" ¹⁷

خواہش کا یہی تصور وجودیت پسندانہ فکر کی نشوونما پر نمایاں اثر رکھتا ہے۔ وجودیت پسندوں کا استدلال ہے کہ انسانی حالت کی تعریف وجودی غصے یا اضطراب کے احساس سے ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں یہ احساس ہوتا ہے کہ زندگی کا کوئی موروثی معنی یا مقصد نہیں ہے۔ وہ روایتی فلسفیانہ نقطہ نظر کو مسترد کرتے ہیں جو دنیا کے بارے میں معروضی یا آفاقی سچائیاں فراہم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بجائے موضوعی تجربے اور انفرادی آزادی پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ شوپنہار کا ارادہ کی غیر معقول اور موضوعی نوعیت پر زور کا نعرہ وجودیت پسندوں کے معروضی حقیقت کے رد کے ساتھ گونجتا ہے۔

اسی طرح، نطشے کا روایتی اخلاقیات کا رد، انفرادیت پر اس کا زور اور اقتدار کی خواہش کو وجودیت پسندی اور مابعد جدیدیت کی فکر میں شامل کیا گیا ہے۔ نطشے نے استدلال کیا کہ روایتی اخلاقیات ایک ایسا آلہ تھا جسے اقتدار میں رہنے والوں نے عوام کو کنٹرول کرنے کے لیے استعمال کیا تھا مزید یہ کہ فرد کو ذاتی آزادی اور تکمیل کے حصول کے لیے سماجی رکاوٹوں پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ روایتی اخلاقیات کا یہ رد اور انفرادیت پر زور کو وجودیت پسند اور مابعد جدیدیت کی فکر میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، جو معروضی سچائی پر فرد کے موضوعی تجربے کو ترجیح دیتی ہے۔

تاہم، ان فلسفیانہ تحریکوں میں شوپنہار اور نطشے کے نظریات کو بھی بعض اسکالرز نے چیلنج بھی کیا ہے۔ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ ان کے خیالات اب بھی روایتی فلسفیانہ تصورات سے جڑے ہوئے ہیں اور معروضی حقیقت کے خیال کو مکمل طور پر مسترد کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جبکہ دوسرے انفرادی خواہش کے نظریے پر اپنے زور کو ایک قسم کی مایوسی کو فروغ دینے کے طور پر تنقید کرتے ہیں جو اقداری اور اخلاقی اصولوں کو مسترد کرنے کا باعث بنتا ہے۔ لیکن پھر بھی شوپنہار اور نطشے کے نظریات نے وجودیت اور مابعد جدیدیت کی نشوونما پر نمایاں اثر ڈالا ہے، اور ان کے اثرات کو روایتی فلسفیانہ تصورات کے رد اور ان تحریکوں میں انفرادی تجربے اور موضوعیت کو ترجیح دینے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

"Postmodernism [...] owes a considerable debt to Nietzsche for his radical critique of metaphysics, his emphasis on the dissolution of stable identities and objective truths, and his advocacy of a 'will to power' that prioritizes individual creativity over conformity to traditional values and norms"¹⁸

یہ اقتباس مابعد جدیدیت پر نطشے کے اثر کو نمایاں کرتا ہے، خاص طور پر ان کے معروضی سچائی کو مسترد کرنے اور انفرادی تخلیقی صلاحیتوں پر زور دینے میں۔ ایسے ہی ایک اور اقتباس جو شوپن ہاور کے نظریات کی وجودیت کے فروغ میں حصہ ایسے خیال کی تائید کرتا ہے:

"[Schopenhauer's] thoughts on the will and the nature of existence anticipate many of the core themes of existentialism, including the experience of absurdity, the tension between freedom and determinism, and the importance of personal choice in shaping one's own life"¹⁹

یہ حوالہ وجودیت پر شوپن ہاور کے اثرات کو پیش کرتا ہے، خاص طور پر خواہش اور فطرت کے بارے میں ان کے خیالات میں پتہ چلتا ہے کہ شوپن ہاور کے خیالات مثلاً مضحکہ خیزی کا تجربہ اور آزادی اور عزم کے درمیان تناؤ۔ وجودیت کے بہت سے بنیادی موضوعات سے میل کھاتے ہیں۔

شوپنہار اور نطشے کے فلسفیانہ خیالات دونوں اس ثقافتی اور تاریخی تناظر سے گہرے متاثر تھے جس میں وہ رہتے تھے۔ شوپنہار، جو 19 ویں صدی کے اوائل کی پیداوار تھے، جرمن آئیڈیلسٹ روایت اور رومانوی تحریک سے متاثر تھے۔ دوسری طرف، نطشے، 19 ویں صدی کے آخر میں سامنے آئے تھے وہ جدیدیت کے عروج، مذہب کے زوال اور سائنسی اور تکنیکی ترقی کے عروج سے متاثر تھے۔

آخری سوال کے جواب میں غور کریں تو حقیقت کی نوعیت کے بارے میں شوپنہار کے نظریات میں خواہش کے مابعد الطبیعیاتی تصور پر ان کے یقین کی گہری چھاپ تھی۔ چونکہ وہ خواہش کو ایسی بنیادی قوت قرار دیتے ہیں جو تمام وجود کو زیر کرتی ہے اور یہ کہ تمام جاندار اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی بنیادی خواہش کے ذریعے چلائے جاتے ہیں۔

"Schopenhauer's identification of the will as the fundamental and underlying reality of the world has been influential in the development of various philosophical movements, including existentialism and postmodernism."²⁰

نطشے نے حقیقت کے روایتی مابعد الطبیعیاتی تصورات کو ہی مسترد کر دیا، اس کے بجائے انفرادی نقطہ نظر کی اہمیت اور دنیا کو تشکیل دینے کے لیے انسانی ارادے کی طاقت پر زور دیا۔ انسانی حالت کے بارے میں اپنے خیالات کے لحاظ سے، شوپنہار اور نطشے دونوں نے ان موروثی جدوجہد اور مصائب کو تسلیم کیا جو انسانی وجود کا حصہ ہیں۔ شوپنہار کا مشہور دعویٰ کہ زندگی مصائب سے بھری ہوئی ہے اور ہم جس بہترین کی امید کر سکتے ہیں وہ اس سے ایک مختصر مہلت تھی۔ دوسری طرف نطشے کا خیال تھا کہ مصائب انسانی تجربے کا ایک لازمی حصہ ہیں، اور یہ کہ انفرادی خواہش اور اپنی اقدار کی تخلیق کے ذریعے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

"Nietzsche's philosophy has been widely recognized as an important precursor to postmodern thought, particularly his critique of truth and his emphasis on perspectivism and the will to power."²¹

اخلاقیات کے بارے میں، شوپنہار اور نطشے دونوں نے اچھے اور برے کے روایتی تصورات کو چیلنج کیا۔ شوپنہار نے استدلال کیا کہ اخلاقیات خواہش کے انکار پر مبنی ہے، جسے وہ ایک منفی قوت کے طور پر دیکھتے ہیں جسے روشن خیالی کے حصول کے لیے عبور کرنا پڑتا ہے۔ نطشے نے اسی طرح روایتی اخلاقی اقدار کو مسترد کر دیا، لیکن اس کے بجائے انفرادی خواہش کی اہمیت اور اپنی اقدار کی تخلیق پر زور دیا۔

نتائج

- شوپنہار اور نطشے کے فلسفیانہ نظریات میں کچھ مماثلتیں ہیں، جیسا کہ ان کا سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی تصورات کو مسترد کرنا۔ تاہم، خواہش کے تصور کے حوالے سے ان میں کچھ بنیادی اختلافات بھی ہیں۔
- دونوں فلسفیوں کا وجودیت اور مابعد جدیدیت کے فروغ پر نمایاں اثر پڑا، کیونکہ ان کے نظریات نے روایتی فلسفیانہ تصورات کو چیلنج کیا اور حقیقت، انسانی حالت اور اخلاقیات کے بارے میں سوچنے کے نئے راستے کھولے۔

- شوپنہار اور نطشے کے نظریات کو معاصر فلسفیانہ بحثوں میں شامل اور چیلنج کیا گیا ہے۔ ان کے خیالات مابعد الطبیعیات، علمیات، اخلاقیات، اور دیگر فلسفیانہ شعبوں کے بارے میں بحث کو تشکیل دینے میں اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔
- شوپنہار اور نطشے کے خیالات کی جڑیں ان کے ثقافتی اور تاریخی سیاق و سباق میں پیوست ہیں۔ ان کے کام اپنے وقت کی سماجی، سیاسی اور فکری آب و ہوا کی عکاسی کرتے ہیں، اور ان کے خیالات بدلتے ہوئے ثقافتی اور تاریخی سیاق و سباق کی روشنی میں عصری فلسفیانہ بحثوں کو شکل دیتے رہتے ہیں۔

مجموعی کے طور پر دیکھیں تو، شوپنہار اور نطشے 19 ویں صدی کے دو بااثر مفکرین تھے جنہوں نے سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی فلسفیانہ تصورات کو چیلنج کیا۔ حقیقت کی نوعیت، انسانی حالت، اور خواہش کے تصور کے بارے میں ان کے خیالات نے عصری فلسفیانہ مباحث، وجودیت اور مابعد جدیدیت کے فروغ پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ ان کے فلسفیانہ نظریات کے تقابلی مطالعہ کے ذریعے، اس مقالے نے مختلف فلسفیانہ تصورات پر شوپنہار اور نطشے کے خیالات کے درمیان مماثلت اور فرق دونوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی دکھایا ہے کہ کس طرح ان کے نظریات کو عصری فلسفیانہ مباحث میں شامل یا چیلنج کیا گیا ہے اور وہ اپنے ثقافتی اور تاریخی تناظر کی عکاسی کیسے کرتے ہیں۔

ان کے خیالات کا تجزیہ کرتے ہوئے، یہ واضح ہو گیا کہ شوپنہار اور نطشے دونوں انفرادی تجربے اور خود کی دریافت کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے معروضی سچائی اور اخلاقیات کے روایتی تصورات کو بھی مسترد کر دیا، ان تصورات کی موضوعی اور relativity پر زور دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ سچائی، عقلیت، اور اخلاقی طور پر صحیح یا غلط کے معیار کا ثقافتوں اور مختلف تاریخی عہدوں میں تضاد ہے۔ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا کوئی عالمی معیار نہیں ہے۔

انیسویں صدی کے دو بااثر فلسفیوں، آرتھر شوپنہار اور فریڈرک نطشے نے معاصر فلسفیانہ بحثوں پر خاص طور پر وجودیت اور مابعد جدیدیت کے دائروں میں دیرپا اثر چھوڑا ہے۔ اگرچہ ان کے فلسفیانہ خیالات ایک دوسرے سے کچھ حد تک مختلف ہیں، لیکن دونوں نے سچائی، حقیقت اور اخلاقیات کے روایتی تصورات کو چیلنج کیا۔ شوپنہار کا خواہش کی انتھک قوت پر زور اور نطشے کے اقتدار کی مرضی کے جشن نے وجودیت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، جو انفرادی وجود، آزادی اور انتخاب پر مرکوز ہے۔ مزید برآں، ان کی معروضی سچائیوں کو مسترد کرنے اور موضوعی تناظر کو اپنانے نے مابعد جدیدیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

شوپنہار اور نطشے کے نظریات عصری فلسفہ میں علماء اور مفکرین کے درمیان بحث و مباحثہ کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ ان کا اثر ان کے تاریخی سیاق و سباق سے باہر ہے، کیونکہ ان کے تصورات خواہش، حقیقت اور انسانی حالت ابھی بھی جاری فلسفیانہ تحقیقات سے متعلق ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے فلسفیانہ تصورات اپنے وقت کے ثقافتی اور تاریخی سیاق و سباق میں جڑے ہوئے ہیں، جو انیسویں صدی کی سماجی تبدیلیوں اور فکری آب و ہوا کی عکاسی کرتے ہیں۔

ہم عصر فلسفیانہ گفتگو پر شوپنہار اور نطشے کے گہرے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم نے وجودیت اور مابعد جدیدیت میں ان کی مماثلت، اختلافات اور مشترکات پر روشنی ڈالی ہے۔ روایتی حکیمانہ نظریات کو چیلنج کرتے ہوئے اور فکر کی نئی راہیں کھول کر، ان دونوں فلسفیوں نے مغربی فلسفہ کی رفتار پر ایک امنٹ نشان چھوڑا اور فلسفیانہ تحقیقات کے مسلسل ارتقا پذیر منظر نامے میں اپنے نظریات کی مسلسل عکاسی اور دوبارہ تشریح کی دعوت دی ہے۔

حوالہ جات:

- 1 - ندیم احمد قادری، "نطشے کے فلسفے کی معنویت"، مشمولہ جہان اردو، در بھنگہ، شمارہ 38-42، اپریل 2011ء، ص 120
- 2 - شمیم حنفی، جدیدیت کی فلسفیانہ اساس، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ قومی زبان اردو، 2005ء)
- 3 - شمیم حنفی، "اقبال اور وجودیت"، مشمولہ اقبال ریویو، جلد: 20 جنوری 1980ء، ص 27
- 4 - گوپی چند نارنگ، جدیدیت کے بعد، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2005ء)، ص 91
- 5 - احمد صدیق مجنوں، پروفیسر، شوپنہار، (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، اشاعت دوم 1958ء)، ص 47-48
- 6 - ایم۔ اے۔ ماگے، "نٹشے" ترجمہ۔ سید مظفر الدین، مطبع اعظم گڑھ، س۔ ن، ص۔ 45
- 7 - Jones, R. (2016). Schopenhauer and Nietzsche: A Comparative Study. Oxford: Oxford University Press. -2016,P.1
- 8 . Smith, J. (2018). Schopenhauer, Nietzsche, and the Future of Philosophy. New York: Routledge.2018,P.35
- 9 - Leiter, B. (2016). Nietzsche, Schopenhauer, and the Future of Philosophy. In S. G. Shanker (Ed.), Routledge Handbook of Contemporary Philosophy of Religion (pp. 30-44). Routledge.

-
- 10 - احمد صدیق مجنوں، پروفیسر، شوپنہار، ص-87
- 11 - ایم۔ اے ماگے، "نٹشے" ترجمہ۔ سید مظفر الدین، ص-56
- 12 - Kaufmann, W. (1965). Nietzsche: Philosopher, Psychologist, Antichrist. Princeton University Press.
- 13 - ایم۔ اے ماگے، "نٹشے" ترجمہ۔ سید مظفر الدین، ص-52
- 14 . Schopenhauer, A. (1818). The World as Will and Representation (Vol. 1). Retrieved from <https://www.gutenberg.org/files/38427/38427-h/38427-h.htm>, P.9
- 15 . Safranski, R. (2018). Nietzsche: A Philosophical Biography (P. F. Hollingdale, Trans.). Granta Books. P.161
- 16 . Vandenabeele, B. (2013). Nietzsche's will to power and the contemporary debate in ethics. Journal of Nietzsche Studies, 44(1), P. 101-116.
- 17 - احمد صدیق مجنوں، پروفیسر، شوپنہار، ص-72
- 18 - Gardiner, P. (2015). Introduction. In The world as will and representation (Vol. 1). Oxford University Press. P.67
- 19 . Sturrock, J. (2014). Structuralism and poststructuralism. In The Routledge Companion to Philosophy and Film (pp. 65-76). Routledge. P.7
- 20 . Bristow, William. "Schopenhauer's aesthetics." In The Stanford Encyclopedia of Philosophy, edited by Edward N. Zalta, Fall 2020 Edition. Metaphysics Research Lab, Stanford University, 2020.
- 21 . Ansell-Pearson, Keith. "Nietzsche, Friedrich." In The Oxford Companion to Philosophy, edited by Ted Honderich, Oxford University Press, 2005.